

## قاضی محمود بحری اور عروسِ عرفان کی اہمیت

احسان احمد، پی ایچ ڈی

اسسٹنٹ پروفیسر فارسی، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

سینا خان

پی ایچ ڈی اسکالر (فارسی)، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

### QAZI MAḤMŪD BAḤRI AND IMPORTANCE OF ‘ARŪS-I ‘IRFĀN

Ihsan Ahmad, PhD

Assistant Professor of Persian

Punjab University Oriental College, Lahore

Sunnena Khan

Ph.D Scholar (Persian)

Punjab University Oriental College, Lahore

#### Abstract

Qazi Maḥmūd Baḥri was a Sufi poet and prominent author of the Indo-Pak subcontinent. His knowledge of Arabic, Persian and Dakkani languages enabled him to employ exotic puns and stunning literary tricks. His collective works have been published many times. His ‘Arūs-i ‘Irfān is an important Persian text on Sufi thoughts and teachings. It is written in a very good style. Its language is simple but has scholarly taste. The contents of the book are very rich. It includes his views on divine love, pantheism, religious values and philosophy of human life, universe and death.

#### Keywords:

Qazi Maḥmūd Baḥri, Shaikh Baḥr al-Din, Dakkan, Indo-Pak subcontinent, ‘Arūs-i ‘Irfān

قاضی محمود بحری (۱۰۴۲-۱۱۳۰ھ/۱۶۳۳-۱۷۱۸ء) قصبہ گوگی، (دکن) میں پیدا ہوئے۔ قاضی کے والد کا نام شیخ بحر الدین تھا، اس مناسبت سے قاضی محمود نے اپنا تخلص بحری رکھا۔ بحر الدین قاضی دریا کے لقب سے موسوم تھے۔

حضرت شاہ باقرؒ (۱۰۷۳-۱۱۸۹ھ/۱۶۶۳-۱۷۴۶ء) نے ان کو تعلیم و تربیت سے سنوارا۔ وہ حنفی المذہب اور پابند شریعت تھے۔ قادریہ اور چشتیہ دونوں سلسلوں میں فیض حاصل کیا۔ شاعری ابتدا سے شروع کر دی تھی۔ باقاعدہ تلمذ کسی سے نہ تھا۔ لیکن اپنے مرشد کو اپنا استاد سخن بھی سمجھتے تھے۔ مرشد نے خلافت بھی عطا کی۔ بحری، صاحب شریعت و طریقت تھے۔ قاضی بھی تھے اور صوفی بھی۔ انھوں نے اپنے چچا میر صغیر اللہ کی (جو اپنے زمانے کے صاحب ثروت اور جاگیر دار شخص تھے) صاحب زادی سے بیاہ کیا تھا۔ (۱)

بیجاپور کے آخری بادشاہ سکندر عادل شاہ (۱۴۹۰-۱۶۸۶ء) ان کا بڑا معتقد تھا۔ اس نے انھیں تحائف کے علاوہ جاگیر بھی پیش کی۔ وہ عالم گیر (۱۶۱۸-۱۷۰۷ء) کے فتح بیجاپور کے چند سال قبل بیجاپور سے حیدر آباد روانہ ہوئے۔ عالم گیر سے یہیں ملاقات ہوئی۔ کہتے ہیں کہ لوگوں نے عالم گیر کو باور کرا دیا تھا کہ بحری بھنگ پیتے ہیں۔ عالم گیر ان کے پاس حاضر ہوا تو انھوں نے قصد آجنگ کا پیالہ منگوا دیا۔ عالم گیر نے اس کو دیکھا کہ وہ دودھ بن ہو گیا۔ بحری نے عالم گیر کی مدح بھی کی۔ قاضی محمود کہتے ہیں:

”عالم گیر بے عدیل بادشاہ ہے اس کا ثانی کبھی پیدا نہیں ہوا۔ قاضی صاحب کا خیال ہے کہ عالم گیر کی عام قابلیت اور زیر کی بے مثال ہے۔ اسے کسی ایک علمی شعبے پر عبور حاصل نہیں ہے بل کہ وہ جملہ علوم و فنون پر دست گاہ کامل رکھتا ہے۔ اس میں مذہبی جرات و فراست کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس نے تمام ہندوستان کو فتح کر کے اپنے مذہبی فرائض کو کما حقہ پورا کیا۔“ (۲)

قاضی محمود اپنے وطن گوگی میں ہی گوشہ نشین رہے۔ آخر سنہ ۱۱۰۰ھ/۱۶۸۹ء سے اپنے مرشد کے آستانے پر ایسے بیٹھے کہ مرتے دم تک کہیں اور رخ نہ کیا اس حالت کو اس تاریخی مصرعے میں یوں بیان کرتے ہیں: ”بگفتا پیر پائے من شکستہ“ (اس نے کہا پیر نے میرے پاؤں توڑ دیے ہیں)۔

بحری کا انتقال ۱۱۳۰ھ/۱۷۱۸ء میں ہوا اور اپنے مرشد کی درگاہ گوگی میں دفن کیے گئے۔ قطعہ تاریخ کا آخری شعر ہے:

گوشِ کردم ندائے رحلت او  
داخلِ مجلسِ رسول اللہ (س)

ترجمہ: میں نے اس کی رحلت کی آواز رسول اللہ ﷺ کی محفل میں سنی۔

قاضی محمود بحری ایک قادر الکلام شاعر، مصنف اور صوفی تھے۔ بحری کا خاص میدان تصوف ہے اور وہ اس میدان کے شاہ سوار ہیں۔ ان کی غزلیات میں اکثر امور دینی اور عشق مجازی کے مضامین بھی ملتے ہیں۔ اس قسم کے مضامین ان کے نقطہ نظر سے درست ہیں کیوں کہ ان کے نزدیک عشق مجازی زینہ ہے عشق حقیقی کی بام تک پہنچنے کا۔ (۴)

ان کی تصانیف کا ایک بڑا ذخیرہ چوروں نے دوران سفر میں لوٹ لیا تھا۔ یوں دنیوی مال و متاع کے ساتھ فارسی اور دکنی کلام کے پچاس ہزار شعر بھی تلف ہو گئے۔ اس وقت ان کا جو کلام میسر ہے، اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ کلیات بحری میں کئی زبانوں (دکنی، ہندی اور سنسکرت) کا کلام شامل ہے اور جملہ اصناف سخن ملتی ہیں۔ اس کتاب کو ڈاکٹر حفیظ سید (۱۹۶۱ء) نے مرتب کیا اور اس کا عمدہ ایڈیشن ۱۹۴۹ء میں مطبع منشی نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوا۔ مثنوی من لگن دکنی تصنیف ہے۔ اس مثنوی کو سخاوت مرزا (۱۹۷۷ء) نے مرتب کیا اور اس کی ایک اچھی اشاعت ۱۹۵۵ء میں انجمن ترقی اردو کراچی نے کی۔ اس کا موضوع تصوف ہے۔

مثنوی بیگاب نامہ میں بارہ بند شامل ہیں۔ ہر بند کو جام کا نام دیا گیا ہے اور جام میں بھنگ کی تعریف اس طور پر کی گئی ہے کہ اس سے روحانیت کے پوشیدہ اسرار اور عشق حقیقی کی باطنی صفات سامنے آتی ہیں۔ (۵)

قاضی محمود کی انھی مشہور تصانیف میں سے ایک ان کی فارسی نثری تصنیف عروس عرفان ہے جو کئی اعتبار سے ممتاز اور منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ قاضی محمود بحری نے مثنوی من لگن کو ہندی زبان میں لکھا لیکن پھر اپنے مریدوں اور معتقدوں کی خواہش اور مسلسل تقاضوں پر مثنوی کا فارسی نثر میں

ترجمہ کیا اور اس کا نام عروس عرفان رکھا۔ عروس عرفان کا موضوع تصوف ہے۔ اس میں تصوف کے وہی اصول بیان کیے ہیں جو جانم (شاہ برہان الدین، ۱۵۷۲ء) و اعلیٰ (امین الدین، ۹۹۰-۱۰۸۶ھ / ۱۵۸۲-۱۶۷۶ء) کے ہاں ملتے ہیں۔ فلسفہ وحدت الوجود پر روشنی ڈال کر تزکیہ نفس و اصلاح کا درس دیا گیا ہے۔ حکایت و تمثیل کے ذریعے تصوف کے رموز و نکات سمجھائے گئے ہیں۔ قاضی محمود نے اپنی اس یادگار نثری تصنیف میں برصغیر کی تہذیب و ثقافت کی عکاسی بھرپور انداز میں کی ہے۔ (۶)

بحری کی من لگن اور عروس عرفان، اسرار و معارف کا گنجینہ ہیں جن میں مسائل وحدت الوجود، جبر و قدر، تجدید امثال، حقیقت روح و قلب اور فلسفہ موت وغیرہ پر خاصی دل چسپ بحث کی گئی ہے، نیز اخلاقی و سماجی سبق بھی دیے گئے ہیں۔ اس تصنیف کو فارسی ادب اور تصوف کا ایک اعلیٰ شاہکار شمار کیا جاسکتا ہے۔

عروس عرفان میں شکایتِ روزگار کے زیر عنوان بحری نے اپنے عہد کی معاشرت اور اخلاقی حالت کا نقشہ کھینچا ہے۔ بحری نے یہ شکایتِ روزگار محض رسماً نہیں لکھی بل کہ یہ حقیقت ہے کہ اُن کے عہد میں معاشرتی اور اخلاقی حالات واقعی نہایت پست تھے، برائیاں عام تھیں اور نیکیوں کا کہیں پتا نہیں تھا۔ اس عہد میں صداقت و دیانت کا قحط تھا۔ عدالت دنیا سے رخصت ہو چکی تھی۔ مومن کہیں ڈھونڈنے سے نہیں ملتا تھا۔ بحری ایسے عہد میں پیدا ہونے کو اپنے لیے زبردست بدبختی سمجھتے تھے۔ (۷)

### نمونہ کلام:

بحری عروس عرفان میں بہت ہی واعظانہ اور مؤدبانہ انداز میں پند و نصیحت بھی کرتے ہیں۔

مثلاً:

### زیور اول در نصیحت:

”ہر کرا خدا باید، باید کہ از کردار ناصواب باز آید و بہ سوی باز آمدہ باز توجہ نفرماید۔ اگر آسمان شکستہ بہ سر بیفتد، از راہ قرار قدم بر ندارد۔ انسان اگرچہ بہ ذات خود لطیف است بل لطف اما از ہمین صفت ہای نامحودہ از دیدار خدا محروم ماندہ و از شفاعت شفیع امت ﷺ محروم گشتہ و ہم از عرفان ربانی مایوس اصلاً معرفت حضرت حق بہ ہر دل کہ ناحق پسند باشند در نیاید وقتی در آیدہ کسی نیاید و نیا ساید۔“ (۸)

ترجمہ: جو خدا کو پانا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ غلط کردار سے باز آجائے اور جس چیز سے باز آجائے، اس کی طرف دوبارہ متوجہ نہ ہو خواہ اس پر آسمان ہی کیوں نہ ٹوٹ پڑے۔ اپنے قرار سے نہ پھرے۔ انسان اگرچہ خود لطیف ہے بل کہ الطف لیکن انھی ناپسندیدہ صفات کی وجہ سے خدا کے دیدار سے محروم رہتا ہے اور حضور اکرم ﷺ کی شفاعت سے محروم ہو جاتا ہے اور اللہ کے عرفان سے بھی مایوس۔ اللہ کی معرفت اس دل میں جو ناحق کو پسند کرتا ہے، نہیں آتی اور اگر آجائے تو ٹھہرتی نہیں اور برقرار نہیں رہتی۔

بحری کے کلام میں جو چیز متاثر کرتی ہے، وہ ان کا راگ ہے۔ یہ راگ عشق کی آگ سے اور دک اٹھا ہے۔ عشق کی آگ سے راگ پیدا ہوتا ہے جس کا اظہار بحری کے کلام میں بہت نمایاں ہے۔ عشق ہی ان کا ذریعہ ہے اور عشق ہی ان کی منزل ہے۔ بحری کے تصور عشق میں عشق مجازی و حقیقی کی سرحدیں مل کر ایک ہو گئی ہیں۔ (۹)

بہ قول قاضی محمود بحری:

گرچہ شد از دولت عشقت در و بام آئند  
کشف خود منما بہ ہر کس ہچو جام آئند

ترجمہ: اگرچہ تیرے عشق کی دولت سے در و بام آئند ہو گئے، اپنا پردہ ہر کسی کے سامنے مت کھولو جیسے جام ہر کسی کو آئند دکھاتا پھرتا ہے۔

بحری کی زبان بنیادی لحاظ سے دکنی ہوتے ہوئے نئی زبان کے جدید محاورات کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ بحری بھی فارسی کے انداز بیان سے استفادہ کرتے ہیں۔ انھوں نے فارسی کے لہجہ و آہنگ اور تراکیب کو اپنی زبان میں منتقل کیا۔ شعر گوئی کی اعلیٰ صلاحیت اور قادر الکلامی کے باوجود وہ دوسری زبانوں کے الاؤ سے گرمی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کبھی ان کا جھکاؤ گنگ و جن کی طرف تو کبھی زبان شمال کی طرف ہوتا ہے۔ لیکن آخر میں وہ پھر دکنی زبان کی طرف ہی راغب ہو جاتے ہیں۔ (۱۰)



## حوالے

- (۱) نصیر الدین ہاشمی، دکن میں اردو (نئی دہلی: سپر پرنٹر، ساؤتھ انارکلی، ۱۹۸۵ء)، ۳۰۶، ۳۰۵۔
- (۲) محمد حفیظ، کلیات بحری (لکھنؤ: منشی نول کشور، ۱۹۴۹ء)، ۵۵۔
- (۳) ایضاً، ۵۷۔
- (۴) نفیس اقبال، اردو شاعری میں تصوف، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز)، ۱۱۳۔
- (۵) جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو، (لاہور: ۲۰۰۵ء)، ج-۱، ۵۲۱۔
- (۶) ایضاً، ۵۲۲۔
- (۷) اردو داہرہ معارف اسلامیہ، (لاہور: دانشگاہ پنجاب)، ج-۲۰، ۲۵۔
- (۸) قاضی محمود بحری، عروس عرفان، (کتاب خانہ آصفیہ، ۱۱۱۶ء)، ۹۔
- (۹) سید یونس شاہ، تذکرہ نعت گوئیان اردو، (ایبٹ آباد: اگلینان پبلشرز)، ج-۱، ۱۹۷۔
- (۱۰) ایضاً، ۱۹۸۔

## REFERENCES

- (1) Nasīr al-Dīn Hashmi, Dakkan meṅ Urdū, (New Delhi: Super printer South Anarkali 1985), p. 305-306.
- (2) Muḥammad Ḥafīz, Kuliyāt-i Baḥri, (Lakhnau: Munshi Naval Kishaur, 1949), p. 55.
- (3) ibid, p. 57.
- (4) Nafīs Iqbal, Urdū Sha'airi meṅ Taṣavvuf, (Lahore: Sang-i Meel Publications), p.113.
- (5) Jamīl Jalibi, Tārīkh-i Adab-i Urdū, (Lahore:2005), v.1, p.521.
- (6) ibid, p.522.
- (7) Urdū Encyclopedia of Islam, (Lahore: University of the Punjab), pp. 20-25.
- (8) Qazi Maḥmood Baḥri, 'Arūs-i 'Irfān, (Kitāb Khana Āsafīa, 1116), p. 09.
- (9) Sayyid Younus Shah, Tazkira Nāt Go'yān-i Urdū, (Abbotabad: Al-Gilan Publishers), v.1, p. 197.
- (10) ibid, p. 198.

